فقہائے ہند

جلد پنجم — حصّہ اوّل

بارھویں صدی ہجری

محمّد اسحاق بھٹی

ادارۂ ثقافت اسلامیہ

سہالی کے نواح میں رہنے والے خان زادوں نے سہالی پر چڑھائی کر دی اور کئی سو آدمی گاؤں میں گھس آئے۔ انھوں نے انصاریوں کے خلاف عثمانی خاندان کے لوگوں کو خوب بھڑکایا اور کہا کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں، تم محمد آصف پر حملہ کر دو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے مل کر محمد آصف کے مکان پر ہلہ بول دیا۔ ایک روایت کے مطابق وہ اس وقت ایک تقریب کے سلسلے میں اپنے داماد مولانا قطب الدین کے گھر گئے تھے۔ سنگ دل حملہ آوروں نے مولانا کے مکان پر یلغار کر دی اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ دیواروں میں نقب لگائی اور اندر گھس گئے۔ پھر تیروں، بندوقوں اور تلواروں کے اس طرح مسلسل وار کیے کہ مولانا موصوف جامِ شہادت نوش کر گئے۔

یہ واقعہ دوشنبہ کے روز ماہِ رجب ۱۱۰۳ھ میں پیش آیا۔ اس وقت ان کی عمر ترسیٹھ (۶۳) سال کی تھی۔

مولانا کے ساتھ چند طلبا بھی جو اس وقت مشغولِ درس تھے، شہید کر دیے گئے۔ ستم گروں نے اس خوں ریزی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے گھر کا مال و اسباب بھی لوٹ لیا اور ان کا کتب خانہ بھی جو اس زمانے میں سیکڑوں کتابوں پر مشتمل تھا، جلا کر برباد کر دیا۔ مولانا کی لاش اور محمد آصف کا سر ساتھ لے گئے۔ تین چار دن کے بعد مولانا کے دونوں ہاتھ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیے اور لاش سہالی بھیج دی۔ چنانچہ ۲۷ رجب ۱۱۰۳ھ کو نماز جنازہ پڑھ کر تجہیز و تکفین کی گئی۔

بعض تذکروں میں اس طرح مرقوم ہے کہ مخالفین نے پہلے چودھری محمد آصف کے مکان پر حملہ کیا، وہ مولانا کے پاس اعانت و مشورت کے لیے آئے، مخالفوں نے تعاقب کیا اور ان کے ساتھ مولانا کو بھی شہید کر دیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ شیخ قطب الدین کے دادا محترم نے عثمانی خاندان کے ایک غریب آدمی کو اپنی زمین میں جگہ دی، پھر آہستہ آہستہ ایک وقت آیا کہ اس شخص کی اولاد مال دار ہو گئی اور سہالی کے نواح میں کئی دیہات ان کی ملکیت میں آ گئے۔ بعد میں دونوں فریقوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا، جس کے نتیجے میں مولانا قطب الدین ان کے ہاتھوں

شہید ہوگئے، ان کا مکان نذرِ آتش اور کتب خانہ تباہ کر دیا گیا اور ان کے بیٹے نظام الدین کو، جو آگے چل کر درسِ نظامیہ کے بانی بنے اور اس وقت صرف چودہ سال کی عمر کے تھے، گرفتار کر کے لے گئے۔

جب یہ واقعہ پیش آیا، اس وقت مولانا قطب الدین کے تین صاحب زادے موجود تھے۔ ایک محمد رضا، دوسرے نظام الدین، تیسرے محمد سعید، یہ اس جھگڑے میں زخمی ہوگئے تھے اور باپ کی شہادت کی اطلاع دینے کے لیے شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے پاس گئے تھے جو اس زمانے میں علاقہ دکن میں تھا۔

مولانا موصوف کے ان صاحب زادوں نے باپ کی شہادت کے بعد بادشاہ کی خدمت میں ایک محضر لکھا، جس میں واقعہ کی پوری تفصیل بیان کی۔ اس پر سب مشہور علما، رؤسا اور عمالِ شاہی کے دستخط ثبت ہیں۔ اس محضر میں تمام واقعات اور قاتلوں کے نام درج ہیں۔ یہ محضر نہایت درد انگیز اور الم ناک ہے۔ چوں کہ یہ انتہائی تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا اسے بعینہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحکم آیۂ کریمہ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ سوال می کنم و گواہی می خواہم باجماعۃ ستم رسیدگان محمد سعید و نظام الدین و محمد رضا پسران مولوی قطب الدین ساکن قصبہ سہالی سرکار لکھنؤ صوبہ اودھ از قضاۃِ اسلام و مشائخ کرام و جمہورِ انام برایں معنی کہ براصاغر و اکابر ایں دیار روشن و ہویدا است کہ مولوی مذکور موصوف بکمالات انسانیہ و فضائل علمیہ و عملیہ و حافظ قرآنِ مجید بودند، و غیر اشتغالِ تدریس و تکرار باطلبۂ علومِ دینیہ و عبادت و طاعت کارے نداشتند، و در اوقاتِ فراغ از درس و عبادت بہ تصنیف در علم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول می پرداختند، بتاریخ رجب المرجب سن ۱۱۰۳ھ مطابق روز دوشنبہ برعادتِ قدیمہ از نمازِ فجر و وظائف فراغ اندوختہ در مدرسہ آمدہ، بدرس جمع از فضلائے حاضر الخدمت مشغول شدند، چوں زید

Marfat.com

گھڑی روز برآمد، اسد اللہ و باقر و پیر محمد سکنہ روضہ عملۂ پرگنہ سہالی، و نور و غلام محی الدین بساون، و ساون ساکنان قصبہ سہالی و فقیر اللہ متوطن قصبہ دیوا، و انور ساکن استی معمولہ پرگنہ بجنور وغیرہ زمینداران گرد و پیش خانہ مولوی را محاصرہ نمودند و از ہر چہار طرف دیوار تفنگہا زدہ اندرون درآمدند و مولوی را یک زخم تیر و یک زخم تفنگ و ہفت ضرب شمشیر بر او رسانیدہ شہید ساختند، و شیخ غلام محمد نبیرۂ زبدۃ الاولاد بندگی شیخ نظام الدین ساکن امیٹھی و دیگر شیخ شرف اللہ ساکن سندیلہ کہ بخواندن فاتحہ الفراغ در خدمت بودند نیز از دست خاطئہ مذکورین شہید شدند۔ و محمد آصف چودھری پرگنہ سہالی کہ برائے مدد مولوی رسیدہ، با ہمراہیان خود شہید شدند۔ بندہ محمد سعید و جمعے از طلبا و شیخ فضل اللہ برادر نائب قاضی عبد اللہ قاضی پرگنہ سہالی وغیرہ زخمی شدند۔

پس از آنکہ جملۂ مذکورین از قتل و نکارح فارغ شدند، بہ نہب اموال و امتعہ کہ در حویلی بود پرداختند، چنانچہ اثرے ازاں نگزاشتند۔ و کتب مولوی وغیرہ از مردم کہ قریب آں مجتمع بود اکثرے ازاں آتش دادہ سوختند، درآں میان مصحف مجید چہار جلد و مشکوٰۃ وغیرہ از کتب احادیث و مصنفات مولوی حاشیہ تلویح، شرح عقائد نسفیہ و تعریفات بزدوی و حاشیہ مطول وغیرہ کتب کثیر الحجم مشتمل بر فوائد جمیلہ بودند، ہمہ سوختہ شد و ہمہ را بردند۔ با مستوران مولوی و برادران بالواع ہتک حرمت پیش آمدند ــــ بعد ازاں بر خانہ شیخ حسام الدین عم زادِ حقیقی مولوی وغیرہ برادران و مردم غربا سکنہ قصبہ سہالی بریختند، مال و متاع ہر چہ بود بغارت بردند۔

چوں وقت دوپہر از کارہائے مسطور فارغ شدند و مراجعت بمسکن خود کہ موضع پینتی پور معمولہ پرگنہ فتح پور و دیوا وغیرہ باشد نمودند، بندہ نظام الدین پسر خرد مولوی را اسیر کردہ ہمراہ گرفتند، و نعش مولوی و سر محمد آصف چودھری نیز با خود بموضع مذکور بردند۔ بعد از سہ چہار روز از الحاح و عجز بعضے شرفائے فتح پور و دیوا بندہ نظام الدین را خلاص نمودند، و سر محمد آصف دادند، و نعش مولوی را جابجا مدفون می کردند و می برآوردند۔ آخر بعد نہ روز ہر دو دست بریدہ گرفتند و نعش

Marfat.com

بہ قصبہ سہالی فرستادند۔ چنانچہ جمع از مسلمین نماز جنازہ خواندہ بتاریخ بست و ہفتم شہر مذکور در قصبہ سہالی مدفون ساختند۔[۲]

یعنی ہم مظلومین محمد سعید، نظام الدین اور محمد رضا پسرانِ مولانا قطب الدین ساکن قصبہ سہالی سرکار لکھنؤ صوبہ اودھ پر جو ستم ڈھایا گیا ہے، اس کے متعلق میں آیتِ مبارکہ: لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ،[۳] کی رُو سے قضاتِ اسلام، مشائخِ کرام اور تمام لوگوں سے سوال کرتا ہوں اور گواہی طلب کرتا ہوں کہ اس نواح کے تمام چھوٹے بڑوں پر یہ بات روشن اور واضح ہے کہ مولانا قطب الدین کمالاتِ انسانی اور فضائلِ علمی و عملی سے متصف تھے۔ وہ قرآنِ مجید کے حافظ تھے اور درس و تدریس، طلبا سے علومِ دینیہ کے مباحث و تکرار اور عبادت و اطاعتِ الٰہی کے سوا کسی کام سے کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ درس و عبادت سے فارغ اوقات میں علم تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول پر مشتمل کتابوں کی تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے۔ دوشنبہ کے روز ماہِ رجب ۱۱۰۳ھ کی ایک تاریخ کو نمازِ فجر اور وظائف سے فارغ ہو کر اپنے معمول کے مطابق مدرسے میں تشریف لائے اور ان تمام فضلائے کرام کو جو حاضرِ خدمت تھے، درس دینے لگے۔ ابھی دو گھڑی سورج چڑھا کہ سہالی کی نواحی بستی کے اسداللہ، باقر اور پیر محمد، قصبہ سہالی کے غلام محی الدین، بساون اور ساون، قصبہ دیوا کا فقیر اللہ، موضع استی علاقہ بخنور کے انور وغیرہ اور گرد و پیش کے دوسرے زمینداروں نے مولانا کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف سے دیواروں میں نقب لگا کر اندر گھس آئے۔ مولانا کو ایک زخم تیر کا، ایک بندوق کا لگایا، اور سات زخم تلوار کے کیے، جس سے وہ شہید ہو گئے۔ شیخ نظام الدین ساکن امیٹھی کے نبیرۂ گرامی شیخ محمد اور شیخ شرف اللہ ساکن سندیلہ بھی جو فاتحہ فراغت کے لیے مولانا کی خدمت میں حاضر تھے۔

---

[۲] منقول از مقالاتِ شبلی۔ ج ۲، ص ۱۱۰، ۱۱۱

[۳] یہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۳ کے چند مبارک الفاظ ہیں، جن کا ترجمہ یہ ہے شہادت کو مت چھپاؤ، جو اسے چھپاتا ہے، اس کا دل گناہ گار ہے

ظالموں کے دستِ تظلم سے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ محمد آصف چودھری بھی جو مولانا کی مدد کو آئے، اپنے ساتھیوں سمیت شہید کر دیے گئے۔ مجھ محمد سعید اور تمام طلبا اور شیخ فضل اللہ کو جو سہالی کے نائب قاضی، قاضی عبداللہ کے بھائی تھے اور دیگر لوگوں کو زخمی کر دیا۔

ان مذکورہ بالا لوگوں کو قتل اور زخمی کرنے کے بعد حویلی پر دھاوا بول دیا اور تمام سامان لوٹ لیا۔ کوئی چیز بھی باقی نہ چھوڑی، مولانا کی اور ان دیگر لوگوں کی کتابیں، جو ان کے پاس رہتے تھے، سب نذرِ آتش کر دیں۔ ان میں سے چار قرآنِ مجید اور کتبِ حدیث میں سے مشکوٰۃ وغیرہ پر مشتمل جو ذخیرۂ احادیث موجود تھا، سب جلا کر خاکستر کر دیا۔ خود مولانا کی تصنیفات مثلاً حاشیہ تلویح، شرح عقائد نسفی، تعریفات بزدوی اور حاشیہ مطول وغیرہ سب کتابیں جو بڑی ضخیم تھیں اور بہترین فوائد و مضامین پر مشتمل تھیں، ایک ایک کر کے آگ میں جلا ڈالیں یا لوٹ لیں اور ضائع کر دیں، مولانا کے گھر کی خواتین اور اقارب کی بھی بہت توہین کی اور ان سے نہایت ہتک آمیز سلوک روا رکھا۔

اس کے بعد مولانا کے چچازاد بھائی شیخ حسام الدین اور دوسرے عزیزوں کے گھروں کا رخ کیا، وہاں بھی جی بھر کر لوٹ مار کی۔ اس سے بھی صبر نہ آیا تو قصبہ سہالی کے دیگر غربا کو تختۂ مشقِ ستم بنایا، ان کا مال و متاع لوٹ لیا اور جو چیز نظر آئی غارت کر دی۔

جب یہ لوگ دوپہر کے وقت اس قتل و غارت سے فارغ ہوئے تو اپنے مسکن موضع پلینتی پور، جو کہ پرگنہ فتح پور اور دیوا کے نواح میں واقع ہے، جاتے ہوئے مجھ نظام الدین کو جو مولانا قطب الدین کا ایک خرد سالہ بیٹا ہے، گرفتار کر کے اور مولانا کی نعش نیز محمد آصف چودھری کا سر تن سے جدا کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ تین چار روز بعد فتح پور اور دیوا کے بعض شرفا و نجبا کی منت و عاجزی سے مجھ نظام الدین کو رہا کیا اور محمد آصف کا سر واپس لوٹایا۔ مولانا کی نعش کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ اسے جگہ جگہ دفن کرتے اور نکالتے رہے۔ بالآخر نو دن کے بعد ان کے دونوں ہاتھ کاٹ کر رکھ لیے اور نعش سہالی بھیج دی، جہاں تمام مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ۲۷ رجب ۱۱۰۳ھ کو انھیں سہالی میں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

مولانا سے عداوت اور قتل کی وجہ

تذکرہ نگاروں نے مولانا قطب الدین کی مخالفت اور قتل کی کوئی معقول وجہ بیان نہیں کی اور اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ یہ گروہ یکایک مولانا سے کیوں عداوت پر اُتر آیا تھا۔ چودھری محمد آصف سے تو دشمنی اور مخالفت کی وجہ سمجھ میں آسکتی ہے، لیکن مولانا قطب الدین کی حیثیت تو بالکل دوسری تھی، وہ ایک درویش منش اور گوشہ گیر آدمی تھے، ان سے آخر کیوں اس قدر عداوت ہوئی کہ معاملہ بے حد سنگین نوعیت اختیار کر گیا اور انھیں نہایت سفاکی اور بے دردی کے ساتھ موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

مولوی ولی اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں ۔ ۔ ۔

ہی سرکاری سپاہی روانہ کیے، جنھوں نے قاتلوں کا گھر بار غارت کر دیا اور مخالفین مارے ڈر کے بھاگ کر وطن سے کہیں دور چلے گئے۔ آخر قاتلوں کے اہلِ خانہ اور اعزہ واقارب نے یہ جعلی وفات نامہ تیار کر کے بادشاہ کے دربار میں پیش کیا کہ قاتل اپنی موت مر گئے ہیں۔ اصل قاتل کا نام اسد اللہ تھا جو سہالی کے نواحی گاؤں پنیتی پور کا رہنے والا تھا۔ وہ روپوش ہو کر قصاص سے بچ گیا تھا اور کئی سال تک زندہ رہا۔ رسالہ قطبیہ کی روایت کے مطابق وہ شخص عام طور پر مولانا قطب الدین شہید کے فرزند شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس نے شیخ کی خدمت میں خون بہا کی پیش کش بھی کی، لیکن انھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا، بلکہ اپنا حصّہ معاف ہی فرما دیا۔ وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، لیکن اس کے آنے سے انھیں تکلیف ہوتی تھی اور وہ اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے تھے۔

عمدۃ الوسائل میں مولوی ولی اللہ فرنگی محلی بیان کرتے ہیں کہ میں ۱۲۰۹ھ میں پنیتی پور گیا اور گاؤں کی حالت دیکھی تو ویران اور تباہ ہو چکا تھا، گاؤں والے کہتے تھے کہ یہ اسی خونِ ناحق کا نتیجہ ہے۔

بادشاہ کی طرف سے مکان کا عطیہ

سلطان اورنگ زیب عالمگیر خدا ترس اور نیک دل بادشاہ تھا۔ اس نے ایک فرمان کے ذریعے مولانا قطب الدین کے صاحب زادوں کو لکھنؤ میں دو مکان عطیہ کیے۔ اس شاہی فرمان کے جو اس خاندان میں موجود ہے، کچھ حصّے درج ذیل ہیں:

[illegible] وقت میمنت اقتران فرمان والاشان واجب الاذعان صادر شد کہ یک منزل حویلی فرنگی محل با متعلقہ آن واقع بلدۂ لکھنؤ مضاف بہ اودھ کہ از امکنۂ نزولی است برائے بودن شیخ محمد اسعد و محمد سعید پسران ملا قطب الدین [illegible] حسب التضمن مقرر فرمودیم، باید کہ حکام و عمال و مصدیان مہمات حال و استقبال و جاگیرداران و کروریان آن را [illegible] مشار الیہما معاف و مژرع القلم دانستہ لوجہ من الوجوہ مزاحم و معترض نہ شوند، و اندریں باب [illegible] مجددہ طلبند۔ مرقوم غرہ ذی قعدہ سال سی و ہفتم جلوس والا

نوشتہ شد۔

فرمان کی پشت پر جو عبارت درج ہے، اس کا پہلا فقرہ یہ ہے :

شرح یادداشت واقع بتاریخ روز پنجشنبہ ۱۴ شعبان المعظم سن ۳۷ جلوس والا موافق ۱۱۰۵ھ مطابق مرداد ماہ برسالہ صدارت و مشیخت پناہ، فضیلت و کمالات دستگاہ سزاوارِ مرحمت و احسان، صدر رفیع القدر فاضل خاں ولو بت واقعہ نویسی کم ترین بندگانِ درگاہِ خلائق پناہ حسام الدین حسین قلمی می گردد کہ بعرض مقدس معلی رسید کہ شیخ محمد اسعد و محمد سعید پسران ملا قطب الدین شہید ساکن قصبہ سہالی بسبب شہادتِ پدرِ خود قصبہ مذکور را گزاشتہ جلاوطن گردیدند و کدام مکان باسکونت ندارند . . . "

مولانا قطب الدین کی شہادت ۱۱۰۳ھ میں ہوئی تھی اور فرمانِ شاہی کی تاریخ تحریر شعبان ۱۱۰۵ھ ہے۔ عالمگیر اس زمانے میں دکن میں تھا۔ اس لیے شیخ محمد سعید کو وہاں پہنچنے اور فرمان جاری ہوتے دو برس کا عرصہ گزرا۔ اس فرمانِ شاہی کے بعد مولانا قطب الدین شہید کا تمام خاندان سہالی سے لکھنؤ منتقل ہوگیا۔ یہ خاندان فرنگی محل میں مقیم ہوا، جو علم و عمل کا مرکز بن گیا۔

فرنگی محل کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ فرانس کا ایک سوداگر اس محلے میں تجارت کی غرض سے فروکش تھا۔ اس کے فرنگی ہونے کی وجہ سے اس محلے یا اس کے مکانات کو فرنگی محل کہا جاتا تھا۔ وہ وطن واپس چلا گیا تو اس کے مکانات سرکاری قبضے میں آگئے۔ بعد ازاں علما کا جو خاندان اس میں آباد ہوا، اس نے فرنگی محلی کی نسبت سے شہرت پائی اور پھر یہ علاقہ مختلف علوم و فنون کا گہوارہ اور ایک خاص نقطۂ فکر کی علامت بن گیا۔

تصنیفات

مولانا قطب الدین شہید اپنی ذات سے بڑے مصنف بھی تھے۔ انھوں نے ہفتے کے سات دنوں کو مختلف علمی کاموں کے لیے تقسیم کر رکھا تھا۔ [illegible]

Marfat.com

وہ تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے۔ کئی کتابیں ان کی تصنیفات تھیں جو اُن پر حملے کے وقت مخالفین نے ضائع کر دی تھیں۔ ان کی تصنیفات کا ذکر گزشتہ صفحات میں ان کے حالات کے ضمن میں آچکا ہے اور وہ یہ تھیں:

الامور العامہ پر حاشیہ، التلویح پر حاشیہ، شرح حکمت العین پر حاشیہ، شرح العقائد العضدیہ پر حاشیہ، شرح العقائد النسفیہ پر حاشیہ، مطول پر حاشیہ اور ایک رسالہ تحقیق دار الحرب۔

مولانا کے بیٹے

مولانا قطب الدین شہید انصاری سہالوی کے چار بیٹے تھے۔ شیخ محمد اسعد، شیخ محمد سعید، شیخ نظام الدین اور شیخ محمد رضا۔ شیخ محمد اسعد عمر میں سب سے بڑے اور علم میں بہت ممتاز تھے۔ اپنے فضل و کمال کی وجہ سے باپ کی زندگی ہی میں برہان پور کے منصب صدارت پر فائز ہوئے۔ بادشاہ اورنگ زیب کے دربار سے تعلق رکھتے اور اس کے ہم رکاب رہتے تھے۔ رئیسانہ مزاج کے مالک تھے۔ حاشیہ قدیمہ پر حاشیہ تحریر کیا اور ایک مناظرے میں ملا جیون امیٹھوی پر فتح پائی۔ شاہ عالم کے زمانے میں فوت ہوئے۔ باپ کی شہادت کے وقت سہالی میں موجود نہ تھے۔

ملا قطب الدین کے دوسرے صاحب زادے شیخ محمد سعید تھے۔ باپ کی شہادت کے وقت سہالی میں موجود تھے، حملے کے وقت زخمی ہو گئے تھے اور دشمن انھیں قیدی بنا کر ساتھ لے گئے تھے۔ صحت یاب ہوئے تو بادشاہ کی خدمت میں محضر پیش کرنے اور اپنی مظلومیت کی تفصیلات بتانے دکن گئے اور لکھنؤ میں اقامت کے لیے فرنگی محل کے حصول اور معافی کا فرمان لائے۔ علم فقہ پر اس قدر عبور تھا کہ فتاویٰ عالم گیری کے مرتبین میں شامل ہوئے۔ عین عالم جوانی میں شاہ عالم کے عہد میں وفات پائی۔

مولانا کے تیسرے بیٹے شیخ نظام الدین تھے، باپ کی شہادت کے وقت چودہ پندرہ سال کی عمر کے تھے۔ بڑے بھائی محمد سعید کے ساتھ سہالی سے لکھنؤ چلے گئے

Marfat.com

تھے اور خاندان کے دیگر افراد کی معیت میں فرنگی محل میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ برصغیر کے جلیل القدر عالم، معقولات ومنقولات کے ماہر اور نہایت ذہین وفطین تھے۔ برصغیر پاک وہند کے دینی عربی مدارس میں تین سو سال سے درسِ نظامیہ کے نام سے جس نصابِ تعلیم کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے، اس کے مرتب ومصنّف یہی فاضل گرامی قدر تھے اور ان ہی کے نام کی نسبت سے اسے درسِ نظامیہ کہا جاتا ہے۔ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۱ھ کو سفرِ آخرت اختیار کیا۔

چوتھے لڑکے محمد رضا تھے جو سب سے چھوٹے تھے اور باپ کی شہادت کے وقت ان کی عمر صرف بارہ سال کی تھی۔ علومِ متداولہ بڑے بھائی نظام الدین سے پڑھے اور غالباً ان ہی کی زندگی میں انتقال کرگئے تھے۔ درس وافادہ میں سرگرم رہتے تھے۔

مولانا قطب الدین کے حالات کے ضمن میں ان کے صاحب زادوں کا یہ مختصر سا تعارف ہے۔ ان کے جو حالات ہمیں میسّر آسکے، ان شاء اللہ فقہائے ہند کی جلد پنجم کے حصہ دوم میں اپنے اصل مقام پر بیان ہوں گے۔[۵۴]

۱۵۲۔ سیّد قطب الدین شمس آبادی

مولانا سید قطب الدین حسینی شمس آبادی، درحقیقت ساداتِ امیٹھی میں سے تھے، بعد میں شمس آباد منتقل ہوگئے تھے، جو اعمال قنوج میں واقع ہے، لہٰذا شمس آبادی

---

۵۴ مولانا قطب الدین کے حالات کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں میں ملاحظہ کیجیے۔ مآثر الکرام، ص ۱۹۸، ۱۹۹ —— سبحۃ المرجان، ص ۶۷ —— رسالہ قطبیہ —— اعیانِ اربعہ —— عمدۃ الوسائل —— اعیان الانساب —— تذکرہ علمائے فرنگی محل، ص ۱۰ تا ۱۹ —— ابجد العلوم، ص ۹۰۴ و ۹۰۵ —— احوال علمائے فرنگی محل، ص ۱ تا ۱۱ —— مقالاتِ شبلی۔ ج ۳، ص ۱۰۶ تا ۱۱۴ —— آثار الاوّل —— تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۶۷ تا ۱۶۹ —— نزہۃ الخواطر۔ ج ۶، ص ۲۳۰، ۲۳۱ —— حدائق الحنفیہ ص ۴۲۹ —— برصغیر پاک وہند میں علمِ فقہ، ص ۳۱۸ تا ۳۲۱۔ —— تذکرہ علمائے فرنگی محل۔

کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ اپنے دور کی عظیم شخصیت اور ہندوستان کے فحول و اکابر علما میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ تمام عمر درس و افادہ میں مصروف رہے اور بے شمار علما و طلبا نے ان سے استفادہ کیا۔ زمانۂ طالب علمی میں مولانا قطب الدین شہید سہالوی کے ہم درس تھے، لیکن مولانا شہید ان سے پہلے فارغ التحصیل ہو گئے تھے اور خود اپنی مسندِ تدریس آراستہ کر لی تھی۔ اس زمانے میں یہ بھی مولانا شہید کی خدمت میں گئے اور بقیہ کتبِ درسیہ کے لیے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

نہایت قانع، بے نیاز، متوکل علی اللہ اور پاک باز عالمِ دین تھے۔ بڑی عسرت کی زندگی بسر کرتے، کئی کئی دن چولہے میں آگ نہ جلتی اور کوئی چیز کھانے کو میسّر نہ آتی، لیکن نہ کسی سے اپنی ضرورت کا اظہار کرتے اور نہ حرفِ شکایت زبان پر لاتے، اسی حالت میں مصروفِ تدریس اور افادۂ طلبا میں سرگرم رہتے۔ طلبا اور مستفیدین سے خندہ پیشانی سے ملتے اور مسرت آمیز لہجے میں ان سے باتیں کرتے۔ کتبِ درسیہ کے مشکل اور پیچیدہ مسائل طلبا کی ذہنی اور علمی قابلیت کے مطابق انتہائی آسان الفاظ میں حل کر دیتے۔ علومِ متداولہ پر گہری نظر تھی اور ہر آن طالبانِ علم کا ہجوم گرد و پیش رہتا۔

بقول تذکرہ نگاروں کے ان کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں قاضی محب اللہ بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ)، حافظ امان اللہ بنارسی (متوفی ۱۱۳۳ھ) اور سیّد طفیل محمد اترولوی بلگرامی (متوفی ۱۱۵۱ھ) خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں اور یہ وہ حضراتِ علما ہیں، جنھوں نے اس برِّصغیر میں اپنے علم و فضل اور تحقیق و کاوش کے میدان میں نہایت شہرت حاصل کی اور خلقِ کثیر کو مستفید فرمایا۔

سیّد قطب الدین شمس آبادی نے ۱۱۲۱ھ میں ستّر سال کی عمر پا کر وفات پائی۔[۵۵]

---

۵۵ رسالہ قطبیہ ـــــ مآثر الکرام، ص ۲۰۰ ـــــ سبحۃ المرجان، ص ۶ ـــــ ابجد العلوم، ص ۹۰۵ ـــــ حدائق الحنفیہ، ص ۴۳۴ ـــــ تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۶۹ ـــــ نزہۃ الخواطر۔ ج ۶، ص ۲۳۱، ۲۳۲

۱۵۳۔ سیّد قطب الدین اورنگ آبادی

سید قطب الدین بن سعد اللہ حسینی بہاری ثم اورنگ آبادی، ۱۹ ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے، عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو حصولِ علم کا آغاز کیا۔ بعض کتابیں حافظ اسماعیل سے اور بعض مولانا حبیب اللہ سے پڑھیں۔ فنونِ ریاضی کی تحصیل حاجی حسام الدین سے کی اور مدت تک ان حضرات سے وابستہ رہے، یہاں تک کہ اصول و فروع میں مرتبۂ کمال کو پہنچے اور تمام علومِ مروجہ اور فنونِ متداولہ میں نامور ہوئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے والدِ مکرم سید سعد اللہ حسینی کی جگہ مسندِ شیخت کو زینت بخشی۔

سید صاحب وصوف بہت سے اوصاف سے متصف تھے۔ معقولات و منقولات میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور ہمیشہ درس و افادہ میں سرگرم رہتے۔ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۹ھ کو فوت ہوئے۔[۵۶]

۱۵۴۔ شیخ قطب الدین سرہندی

شیخ قطب الدین حنفی نقشبندی سرہندی، حدیث اور فقہ کے جلیل القدر علماء تھے۔ شیخ محمد زبیر سرہندی سے اخذِ طریقت کیا اور مدتِ مدید تک ان کی صحبت و ملازمت میں رہے۔ ۱۱۷۳ھ میں حرمین شریفین گئے اور حج و زیارت سے بہرہ مند ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ اذکار و اشغال سے متعلق "وہب الزبیر" کے نام سے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔[۵۷]

---

۵۶ مآثر الامرا - ج ۲ ، ص ۷۲ ---- نزہۃ الخواطر - ج ۶ ، ص ۲۳۲

۵۷ نزہۃ الخواطر - ج ۶ ، ص ۲۳۳

Marfat.com

۱۵۵-مولانا قطب الدین عباسی الہ آبادی

مولانا قطب الدین عباسی الہ آبادی، برّصغیر کے رفیع المنزلت عالم و شیخ ا
مشہور مصنّف حضرت مولانا محمد فاخر زائر عباسی الہ آبادی کے فرزند رشید تھے او
اپنے دور کے عظیم فضلا اور جیّد علما میں سے تھے۔ ابتدائے محرم ۱۱۳۸ھ کو الہ آباد میں
پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں حصولِ علم میں مشغول ہو گئے۔ فلسفہ و منطق کی کتابیں شیخ
برکت اللہ الہ آبادی سے پڑھیں، شیخ کمال الدین فتح پوری (متوفی ۱۴ محرم ۱۱۷۵ھ)
کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان کے والدِ گرامی قدر شیخ محمد فاخر حج کو گئے تو یہ
بیٹا ان کی مسندِ رشد و ہدایت پر متمکن ہوا۔ طویل عرصے تک نہایت عمدہ اسلوب او
کتاب و سنت کے مطابق یہ فرائض انجام دیتے رہے۔ صلاح و خیر، قناعت وا
اور عفت و تقویٰ کے اوصاف سے موصوف تھے۔

مولانا موصوف بارھویں صدی ہجری میں دیارِ ہند کے عالمِ کبیر اور فقہ و اصول ا
منطق و حکمت کے نامور فاضل تھے۔ شاعر بھی تھے اور فارسی اور ہندی دونوں زبا
میں شعر کہتے تھے، مصیبؔ تخلص کرتے تھے۔ دونوں زبانوں میں ان کے مستقل دیوا
بھی ہیں۔

دارالحرب کے مسئلے سے متعلق ایک رسالہ تصنیف کیا۔ علمِ منطق میں بھی ایک
رسالہ لکھا۔ ان کا ایک ایسا مجموعۂ کلام بھی ہے، جو ہم وزن مختلف اشعار پر مشتمل ہے، اس
مجموعہ کلام کا نام انھوں نے "بستان الحقیقت" رکھا۔

حج۔ بیت اللہ کے ارادے سے حجاز مقدس گئے اور مکہ مکرمہ پہنچے تو حج سے پہلے
ماہ ذی قعدہ ۱۱۸۷ھ میں وفات پا گئے، مکہ مکرّمہ ہی میں دفن کیے گئے۔[۵۵]

---

۵۵ نزہۃ الخواطر۔ ج ۶، ص ۲۳۴ —— اتحاف النبلا بضمن ترجمہ مولانا محمد فاخر الہ آبادی
ص ۲۰۰۔

۱۵۶۔ سیّد قطب احمد حیدرآبادی

سید قطب عالم حیدرآبادی، شیخِ وقت، فاضلِ کبیر اور جلیل القدر عالم تھے۔ حیدرآباد کے مفتی، سید میران بخاری بیجاپوری (متوفی ۱۱۲۵ھ) کے فرزندِ رشید تھے۔ مسلکاً حنفی تھے۔ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ اپنے والدِ مکرم سید میران سے علم حاصل کیا اور درس و افادہ کو اپنا مشغلہ قرار دیا۔ اپنے علم و فضل کی بنا پر حیدرآباد کی مسندِ افتا پر فائز ہوئے۔ حیدرآباد اور اس کے نواح میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا اور افتا و مسائل میں لوگ ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ خلقِ کثیر نے ان سے علمی استفادہ کیا ـــ اس عالم و فقیہ نے ۴ شوال ۱۱۶۳ھ کو وفات پائی [۵۹]

۱۵۷۔ قاضی قل احمد سترکھی

قاضی قل احمد بن احمد مسعود بن نعمت اللہ بن ولی محمد سترکھی، حنفی المسلک تھے اور مشہور اصحابِ تقویٰ فقہائے ہند میں گردانے جاتے تھے۔ سترکھ میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ اپنے والدِ گرامی اور دیگر علمائے وقت سے علمِ فقہ اور دیگر علوم کی تحصیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے والد مرحوم کی جگہ سترکھ کے منصبِ قضا پر متعین ہوئے اور تا زندگی یہ فرائض انجام دیتے رہے۔ مغل حکمران محمد شاہ کے عہد میں وفات پائی [۶۰]

۱۵۸۔ سیّد قمرالدین اورنگ آبادی

سید قمرالدین بن منیب اللہ بن عنایت اللہ حسینی بالاپوری ثم اورنگ آبادی،

---

۵۹ محبوب ذی المنن حصہ دوم، ص ۲۲۴ـ۲۲۶ ـــ نزہۃ الخواطر۔ ج ۶، ص ۲۳۵

۶۰ نزہۃ الخواطر۔ ج ۶، ص ۲۳۵

Marfat.com

علومِ عقلیہ ونقلیہ میں اتنے ماہر تھے کہ درجۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ ان کے آبا و اجداد سادات بخند میں سے تھے۔ ان کے اسلاف میں سے ایک بزرگ سید ظہیر الدین بخندی وطن سے ہجرت کرکے ہندوستان آئے اور پنجاب میں ضلع گوجرانوالہ کے ایک گاؤں ایمن آباد میں سکونت اختیار کی۔ بعدازاں سید ظہیر الدین کے پوتے سید محمد نے ایمن آباد سے دکن کا رُخ کیا اور وہیں مستقل طور پر اقامت گزین ہوگئے۔

سید قمر الدین ۱۱۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والدِ گرامی سید منیب اللہ (متوفی ۱۱۶۱ھ) سے حصولِ علم کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے مطابق باپ سے اخذِ طریقت بھی کیا۔ ۱۱۵۵ھ میں دہلی گئے اور وہاں کے بعض علما و مشائخ سے علومِ متداولہ کی کتابیں پڑھیں۔ دو سال دہلی رہے۔ ۱۱۵۷ھ میں عازمِ سرہند ہوئے اور بعض اساتذۂ عصر سے تحصیل کی۔ پھر لاہور گئے اور یہاں کے علما و مشائخ سے ملے اور استفادہ کیا۔ ۱۱۵۸ھ میں بالاپور گئے اور وہاں سے اورنگ آباد کا قصد کیا، ایک عرصہ تک وہاں قیام پذیر رہنے کے بعد ۱۱۷۴ھ میں اپنے دو بلند مرتبت بیٹوں نور الہدیٰ اور نور العلیٰ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے گئے۔ ۱۱۷۵ھ میں واپس آئے اور درس و افادہ میں سرگرم ہوگئے۔

سید قمر الدین اورنگ آبادی بہت بڑے عالم، عظیم فقیہ اور معقولات و منقولات کے ماہر کامل تھے۔ اس زمانے میں بحث و اشتغال میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ خلقِ کثیر نے ان سے استفادہ کیا اور بے شمار علما و طلبا نے ان کے درس میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔

سید موصوف مصنّف بھی تھے۔ ان کی تصنیفات یہ ہیں:

مظہر النور۔ یہ عربی زبان میں وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مفصل و بسیط کتاب ہے۔ اس کا سالِ تصنیف ۱۱۶۴ھ ہے۔

نور الکریمتین

نور الطہور

سید زاہد ہروی کی ایک لغزشِ علمی کے بارے میں جو اُن سے حاشیہ قطبی میں سرزد ہوئی ایک رسالہ لکھا۔
مسائلِ فقہ میں ایک رسالہ تحریر کیا۔
تاویلِ رؤیا کے بارے میں ایک رسالہ قلم بند کیا۔
اس کے علاوہ کچھ اور کتب و رسائل بھی ان کی تصنیفات میں شامل ہیں۔
اس عالم و فقیہ نے سوموار کے دن ۲ ربیع الاوّل ۱۱۹۳ھ کو اورنگ آباد (دکن) میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے [۱]

ک

۱۵۹۔ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی

شیخ کلیم اللہ بن نور اللہ بن محمد صالح صدیقی جہاں آبادی، ۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۰۶۰ھ کو دارالحکومت دہلی میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے اور اساتذۂ عصر سے حصولِ علم کیا۔ پھر حجاز مقدس گئے اور حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ طویل عرصے تک وہاں مقیم رہے اور مختلف علما و مشائخ سے اخذِ علم اور کسبِ فیض کیا۔ بعد ازاں ہندوستان کو معاودت کی اور دہلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ عابد و زاہد اور متقی عالمِ دین تھے۔ اپنے عہد کے شیخ اور جلیل القدر فاضل تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ شیخ کلیم اللہ کے آبا و اجداد معمار تھے جو مکانوں کی تعمیر کا کام کرتے تھے، لیکن کلیم اللہ کو اللہ نے تعمیرِ قلوب اور اصلاحِ باطن کے لیے منتخب کیا۔ دہلی کی جامع مسجد جو شاہ جہان کے عہدِ حکومت میں تعمیر کی گئی، اسی

---

[۱] سبحۃ المرجان، ص ۱۰۱ تا ۱۱۳ ـــــ خزانۂ عامرہ، ص ۳۸۰ تا ۳۸۴ ـــــ ابجد العلوم، ص ۹۱۹ ـــــ حدائق الحنفیہ، ص ۴۵۲، ۴۵۳ ـــــ تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۷۰ ـــــ نزہۃ الخواطر۔ ج ۶، ص ۲۳۸، ۲۳۹ ـــــ محبوب ذی المنن حصہ دوم، ص ۶۰۷ تا ۶۳۱۔

Marfat.com

شیخ کلیم اللہ کے جدِ امجد محمد صالح نے تعمیر کی تھی، وہ اپنے دَور کے بہت بڑے مہندس اور انجنیئر تھے۔

شیخ کلیم اللہ جہان آبادی، جہاں مشہور مدرس اور علومِ عقلیہ ونقلیہ کے ماہر تھے، وہاں اچھے مصنّف بھی تھے۔ مختلف عنوانات پر انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں، جن میں قرآنِ مجید کی تفسیر بھی شامل ہے۔ باقی تصنیفات کے نام یہ ہیں: کشکول، المرقع فی الرقی والتکسیر، سوارالسبیل، عشرۂ کاملہ، رسالہ در رَدِّ روافض، مجموعہ مکتوباتِ کلیمی۔ انھوں نے شیخ بوعلی سینا کی القانون کی شرح بھی سپردِ قلم کی جس کا ایک نسخہ مکتبہ حامدیہ رام پور (ہندوستان) میں موجود ہے۔

شیخ موصوف نے ۲۴ ربیع الاوّل ۱۱۴۱ھ (ایک روایت کے مطابق ۱۱۴۳ھ) کو وفات پائی اور اپنی حویلی میں دفن کیے گئے جو دہلی کے خانم بازار میں واقع تھی[1]

۱۶۰۔ سیّد کلیم اللہ مکّی

سید کلیم اللہ محمد بن عبدالسلام بن محمد بن نور محمد، شیخ وفاضل اور علامۂ وقت تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ سیّد کلیم اللہ کی ولادت مکہ مکرّمہ میں ہوئی اور علم ومعرفت کی گود اور فضل وکمال کی آغوش میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ اپنے والدِ مکرّم سیّد عبدالسلام سے تعلیم پائی۔ علمِ فقہ بھی ان ہی سے حاصل کیا، سلسلۂ قادریہ میں اخذِ طریقت بھی ان ہی سے کیا، یہاں تک کہ اجل علما کے رتبے اور کبار مشائخ کے درجے کو پہنچے۔ بعد ازاں والدِ محترم کی اجازت

---

[1] مآثرالکرام، ص ۴۱ —— تقصار جنود الاحرار، ص ۲۰۰ —— خزانۃ الاصفیا۔ ج ۱، ص ۴۹۴، ۴۹۵ —— تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۷۲ —— حدائق الحنفیہ، ص ۴۳۸، ۴۳۹ —— نزہۃ الخواطر۔ ج ۶، ص ۲۴۰، ۲۴۱ —— مشائخ چشت، ص ۳۶۶ —— انوارالعارفین، ص ۴۲۹، ۴۳۰ —— واقعات دارالحکومت دہلی۔ ج ۳، ص ۱۱۶، ۱۱۷ —— محبوب ذی المنن حصہ دوم، ص ۷۲۷، ۷۲۸۔

Marfat.com

سے ۱۱۰۵ھ میں ہندوستان کا سفر کیا اور دکن میں آگئے اور وہاں کے مشہور مقام بالکنڈھ میں جو اعمالِ حیدرآباد میں واقع ہے، اقامت اختیار کی۔

سید کلیم اللہ مکی جو ہندوستان میں مستقل قیام کی وجہ سے ہندی کہلائے، اپنے دور کے عظیم آدمی اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ نامور فقیہ اور پُرجوش مبلغ تھے۔ عوام کو رشد و ہدایت کی راہ پر لگانا، ان کی زندگی کا بنیادی مقصد تھا۔ لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نہایت سخت تھے۔ زہد و عبادت کی تلقین فرماتے اور شریعتِ غرا پر استقلال و استقامت کی تاکید کرتے۔ زاہد و قانع، عبادت گزار، متوکل علی اللہ، پیکر ورع و تقویٰ، مرقع حسنِ اخلاق، متواضع، حلیم الطبع اور نرم خُو تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ و استفاضہ کیا۔

بارھویں صدی ہجری کے اس عالم و فقیہ اور دینِ اسلام کے سرگرم مبلغ و ناشر نے ۱۱۵۵ھ میں بالکنڈہ (دکن) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔[۵۲]

۱۶۱- شیخ کمال الدین سندھی

شیخ کمال الدین بن عنایت اللہ بھکری سندھی، عالم و فقیہ اور مشہور فاضل تھے۔ ان کے زمانے میں کوئی عالم فضائل و کمالات میں ان کا ہم سر نہ تھا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے، جن میں دیوانِ حافظ کی ایک مفصل شرح اور اصطلاحاتِ رضویہ شامل ہیں۔ اس باکمال سندھی عالم و فقیہ نے ۱۱۳۲ھ میں وفات پائی۔[۵۳]

۱۶۲- شیخ کمال الدین فتح پوری

شیخ کمال الدین بن محمد دولت بن محمد یعقوب النصاری الہاوی ثم فتح پوری، اپنے وقت

---

۵۲ نزہۃ الخواطر- ج ۶، ص ۲۴۱، ۲۴۲

۵۳ تحفۃ الکرام، ص ... نزہۃ الخواطر ... ص ۲۴۲

Marfat.com

کے عالم کبیر اور علوم متعارفہ کے امام تھے۔ شیخ قطب الدین انصاری سہالوی کے ابنِ عم تھے۔ ان کے والدِ گرامی قاضی محمد دولت جوارضِ ہند کے بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے، شیخ قطب الدین کی شہادت کے بعد ۱۱۰۳ھ میں سہالی سے فتح پور چلے گئے تھے، لہٰذا فتح پوری کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ان کے زیرِ تذکرہ بیٹے کمال الدین فتح پور ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی۔ اس لیے اباً و جداً سہالوی ہونے کے باوجود اپنے مولد و منشا کی وجہ سے فتح پوری کی نسبت ہی سے شہرت پائی۔

شیخ کمال الدین نے بعض درسی کتابیں اپنے ایک ہم نام شیخ کمال الدین عظیم آبادی سے پڑھیں اور باقی کتبِ درسیہ کی تکمیل کے لیے درسِ نظامیہ کے بانی علامہ شہیر شیخ نظام الدین انصاری سہالوی (متوفی ۸ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۱ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ طویل عرصے تک ان کی صحبت و ملازمت میں رہے اور اس قدر استفادہ کیا کہ شیخ کے تلامذہ اور فیض یافتہ حضرات میں سے کوئی اس مرتبے کو نہیں پہنچ سکا، جس مرتبۂ علمی کو یہ پہنچے۔ شیخ کی زندگی ہی میں سرگرمِ تدریس ہو گئے تھے اور اکابر علمائے ہند میں ان کا شمار ہونے لگا تھا۔ معقولات و منقولات میں اس درجہ ممتاز حیثیت کے مالک تھے کہ کوئی ان کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ اصول و فروع میں کامل تھے، بالخصوص علمِ کلام اور منطق و حکمت میں سب سے فائق تھے۔ علاوہ ازیں حدیث و فقہ میں بھی مرجع مستفدین تھے۔ نہایت ذکی اور ذہین و فطین تھے۔ متعدد علما و طلبا نے ان سے استفادہ کیا۔ جن اجل علما نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، ان میں مولانا محمد برکت اللہ آبادی، مولانا محمد حسن لکھنوی، مولانا محمد ولی لکھنوی، مولانا محمد اعلم سندیلوی، شیخ عبداللہ سندیلوی اور ملا احمد اللہ سندیلوی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

شیخ کمال الدین موصوف کئی دقیق علمی کتابوں کے مصنف بھی تھے، جن میں کبریتِ احمر، عروۃ الوثقیٰ، حاشیہ کمالیہ بر شرح عقائد جلالیہ، شرح تہذیب کے حاشیہ زاہدی پر تعلیقات وغیرہ، شامل ہیں ـــــ ارضِ ہند کے یہ عظیم صاحبِ علم ستر سال سے زائد عمر پاکر ۱۴ محرم ۱۱۷۵ھ کو سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے[۴۲]

---

[۴۲] مآثر الکرام، ص ۲۸۹، ۲۹۰ ـــــ تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۷۲، ۱۷۳ ـــــ اعصان الانساب (از رضی الدین محمود فتح پوری) ـــــ نزہۃ الخواطر۔ ج ۶، ص ۲۴۲، ۲۴۳

Marfat.com

مراجع ومصادر

اس کتاب کی تصنیف میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا۔

۱۔ ابجد العلوم : نواب صدیق حسن خاں۔ مطبع صدیقیہ بھوپال۔ ۹۵ء

۲۔ اتحاف النبلا : نواب صدیق حسن خاں۔ مطبع نظامی، کان پور۔ ۸۸ء

۳۔ احوال علمائے فرنگی محل : شیخ الطاف الرحمٰن۔ مطبع مجتبائی۔

۴۔ اخبار الصنادید : حکیم نجم الغنی رام پوری۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔

۵۔ ادبیاتِ سرحد : رضا ہمدانی۔ نیا مکتبہ، پشاور۔ ۱۹۵۳ء

۶۔ ادبیاتِ سرحد : فارغ بخاری۔ نیا مکتبہ، پشاور۔ ۱۹۵۵ء

۷۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ : پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ بہ ضمن "مضمون ڈاکٹر محمد جہاں گیر خاں۔

۸۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ : پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ بہ ضمن "ابو المظفر اورنگ زیب عالم گیر" مضمون شیر محمد گریوال۔

۹۔ اذکار الابرار : شاہ محمد تقی حیدر۔ شاہی پریس، لکھنؤ۔ ۱۳۵۷ھ

۱۰۔ ارمغان شاہ ولی اللہ : محمد سرور جامعی۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۔

۱۱۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ مطبع احمدی

۱۲۔ انفاس العارفین : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ مطبع مجتبائی، دہلی۔ ۱۹۱۷ء۔

۱۳۔ انوار العارفین : حافظ محمد حسین مرادآبادی۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ ۶،

۱۴۔ اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر : علامہ شبلی۔ مطبوعہ، مشہور آفسٹ کراچی۔ ناشر اردو مرکز، گنپت روڈ، لاہور۔ طبع ششم۔ ۱۹۴۹ء

۱۵۔ برصغیر پاک و ہند میں علمِ فقہ : محمد اسحاق بھٹی۔ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہ

۱۶۔ برہان پور کے سندھی اولیا المعروف بہ تذکرہ اولیائے سندھ، سید محمد

Marfat.com

راشد برہان پوری۔ سندھی ادبی بورڈ، کراچی۔ طبع اوّل ۱۹۷۰ء
۱۷۔ بزمِ تیموریہ : سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن۔ دارالمصنفین، اعظم گڑھ۔
۱۸۔ بزمِ سخن : سیّد علی حسن خاں بن نواب سیّد محمد صدیق حسن خاں، مطبع نامی مفید عام، آگرہ۔ ۱۲۹۸ھ - ۱۸۸۱ء
۱۹۔ بوستانِ اخبار : سعید احمد مارہروی۔ مطبوعہ آگرہ۔ ۱۳۳۱ھ
۲۰۔ تاریخ برہان پور : خلیل الرحمٰن برہان پوری۔ مطبع مجتبائی، دہلی۔ ۱۳۱۷ھ
۲۱۔ تاریخ تحفۃ الکرام : جلد اوّل، دوم، سوم۔ مطبع حسینی اثنا عشری، محلہ فراش خانہ، وزیر گنج، و مطبع ناصری، لاہور۔ ۱۳۰۴ھ۔
۲۲۔ تاریخ خورشید شاہی : غلام امام خاں تریں۔ مطبع خورشیدیہ، حیدرآباد (دکن)۔ ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۷۰ء
۲۳۔ تاریخ شیرازِ ہند جون پور : سید اقبال حسین۔ ادارہ شیرازِ ہند پبلشنگ ہاؤس، جون پور۔ ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء۔
۲۴۔ تاریخ کشمیر اعظمی : خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کشمیری۔ ناشر، غلام محمد نور محمد، تاجرانِ کتب سری نگر۔ ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء
۲۵۔ تاریخ مشاہیرِ چشت : خلیق احمد نظامی۔ ندوۃ المصنفین، دہلی۔ ۱۹۵۳ء
۲۶۔ تاریخ معصومی : میر محمد معصوم بھکری۔ سندھی ادبی بورڈ، کراچی۔ ۱۹۵۹ء
۲۷۔ تاریخ النوائط : نواب عزیز جنگ بہادر۔ مطبوعہ عزیز المطابع، حیدرآباد (دکن) ۱۳۲۲ھ۔
۲۸۔ تجلی نور المعروف بہ تذکرہ مشاہیرِ جون پور : نور الدین زیدی، مطبع اعظم المطابع، جون پور۔ ۱۸۸۹ء
۲۹۔ تحفۃ الکرام : میر علی شیر قانع۔ سندھی ادبی بورڈ، کراچی۔ ۱۹۵۹ء
۳۰۔ تحفہ کشمیر : منشی گنیش لعل دہلوی۔ مطبع کوہ نور، لاہور۔ ۱۸۵۳ء
۳۱۔ تحقیقاتِ چشتی : نور احمد چشتی۔ پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور۔ ۱۹۶۴ء
۳۲۔ تذکرہ آثار الشعراء : سید محمد ممتاز۔ مطبع شاہ جہانی، بھوپال۔ ۱۳۰۴ھ

Marfat.com

۳۳۔ تذکرۃ الابرار والاشرار : حضرت اخون درویزہ۔ ادارہ اشاعتِ سرحد، قصہ خوانی بازار پشاور۔
۳۴۔ تذکرۂ بنارس : جلد اوّل، سید مظہر حسن کوروی۔ سلیمانی پریس بنارس۔ طبع اوّل۔ ۱۹۱۶ء
۳۵۔ تذکرہ جلوۂ خضر : فرزند احمد صغیر بلگرامی۔ مطبع نور الانوار، آگرہ۔ طبع اوّل۔ ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۴ء
۳۶۔ تذکرۃ الشعرا : امیر دولت شاہ۔ مطبع مجیدی کانپور۔ ۱۳۲۶ھ
۳۷۔ تذکرہ شعرائے اورنگ آباد : مولوی سردار علی حیدرآبادی۔ شمس الاسلام پریس، حیدرآباد (دکن)۔ ۱۳۴۵ھ
۳۸۔ تذکرہ شعرائے اُردو : میر حسن دہلوی۔ مقدمہ حبیب الرحمٰن خاں شروانی۔ مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ۔ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۲ء
۳۹۔ تذکرہ صوفیائے سندھ : اعجاز الحق قدوسی۔ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی۔ ۱۹۵۹ء
۴۰۔ تذکرۃ العلماء والمشائخ : محمد الدین فوق۔ گلزار محمدیہ اسٹیم پریس، لاہور۔ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء
۴۱۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل : مولوی محمد عنایت اللہ۔ مطبوعہ لکھنؤ۔ ۱۹۳۰ء
۴۲۔ تذکرہ علمائے ہند : رحمان علی۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۹۱۴ء
۴۳۔ تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ، محمد ایوب قادری) : ناشر : پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۶۱ء۔
۴۴۔ تذکرہ فارسی گویاں : غلام ہمدانی مصحفی۔ انجمن ترقی اُردو، دہلی۔ ۱۹۳۴ء
۴۵۔ تذکرہ گلشنِ بے خار : نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ۔۔ مرتبہ، کلب علی خاں فائق۔ مجلس ترقی ادب، لاہور۔ ۱۹۷۳ء
۴۶۔ تذکرہ مشائخ بنارس : ابوالاثر عبدالسلام۔ ندوۃ المعارف، بنارس۔ ۱۳۷۱ھ
۴۷۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری : محمد علی حیدر۔ مطبع اصح المطابع، لکھنؤ۔ ۱۹۲۷ء
۴۸۔ تذکرہ مصنفین درسِ نظامی : اختر راہی۔ مسلم اکادمی، محمد نگر، لاہور۔ ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء
۴۹۔ تذکرہ مورخین : نبی احمد سندیلوی۔ مطبع سلیمانی، بنارس۔ ۱۹۲۶ء

Marfat.com

۵۴- تذکرہ ہندی گویاں : غلام ہمدانی مصحفی۔ مرتبہ، عبدالحق، جامع برقی پریس، دہلی۔ ۱۹۳۳ء
۵۵- تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار : نواب صدیق حسن خاں۔ مطبع نی، بھوپال۔ ۱۲۹۸ھ
۵۵- الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند : سید عبدالحی حسنی لکھنوی۔ مطبوعہ دمشق۔ ۱۹۵۸ء
۵۵- چمنستانِ شعرا : رائے لچھمی نرائن شفیق۔ مرتبہ : عبدالحق۔ انجمن ترقی اردو آباد (دکن) طبع اوّل۔ ۱۹۲۸ء
۵۴- حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ : محمد حسن نقشبندی مجددی مظہری مطبوعہ مسلم پریس لاہور۔
۵۵- حدائق الحنفیہ : مولوی فقیر محمد جہلمی۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء
۵۶- حدیقۃ الاولیا : مفتی غلام سرور لاہوری۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۷۷ء
۵۷- حکایاتِ کشمیر : محمد الدین فوق۔ کریمی پریس، لاہور۔ ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۹ء
۵۸- حیات حافظ رحمت خاں : سید الطاف علی بریلوی۔ اکیڈیمی آف ایجوکیشنل آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی (طبع ثانی)۔ ۱۹۶۳ء۔
۵۹- حیات العلما : سید عبدالباقی سہسوانی۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء
۶۰- حیاتِ ولی : مولانا محمد رحیم بخش دہلوی۔ مکتبہ سلفیہ، لاہور۔ ۱۹۵۵ء
۶۱- خزانۂ عامرہ : میر سید غلام علی آزاد بلگرامی۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۹۱۴ء
۶۲- خزینۃ الاصفیا : مفتی غلام سرور لاہوری۔ مطبع نامی گرامی سراج پنڈت بیج ناتھ مہتمم یہ ثمر ہند، لکھنؤ۔ ۱۲۹۰ھ۔
۶۳- خلاصۃ التواریخ : لالہ سجان رائے بٹالوی۔ بہ تصحیح ظفر حسن۔ مطبع جی اینڈ سنز، دہلی۔ ۱۹۱۸ء
۶۴- دولتِ مغلیہ کی ہیئتِ مرکزی : ابن حسن۔ ترجمہ، عبدالغنی نیازی۔ مجلس ترقی ادب، لاہور۔ ۱۹۵۸ء
۶۵- دہلی اور اس کے اطراف : سید عبدالحی حسنی لکھنوی۔ انجمن ترقی اردو، دہلی۔ ۱۹۵۸ء۔

۶۶- دیوانِ دردؔ (اُردو) : مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی۔ مجلس ترقی ادب، لاہور۔ ۱۹۶۲ء
۶۷- دیوان میرزا مظہر جانِ جاناں : مطبع مصطفائی، کان پور۔ ۱۲۷۱ھ
۶۸- ذخیرۃ الخوانین : شیخ فرید بھکری۔ مقدمہ و تصحیح، ڈاکٹر سید معین الحق۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی۔
۶۹- رقعاتِ عالم گیری : مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۹۲۴ء
۷۰- رودِ کوثر : ڈاکٹر شیخ محمد اکرام۔ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۔ ۱۹۷۵ء
۷۱- روضۃ الابرار : محمد الدین۔ سراج المطابع، جہلم۔ ۱۳۰۲ھ
۷۲- روضۃ الاولیا : غلام علی آزاد بلگرامی۔ مطبع اعجاز صفدری، حیدرآباد (دکن)۔ ۱۳۰۱ھ
۷۳- ریاض الفصحا : (تذکرہ ہندی گویاں)۔ غلام ہمدانی مصحفی۔ مرتبہ مولوی عبدالحق۔ جامع برقی پریس، دہلی۔ طبع اوّل۔ ۱۹۳۴ء
۷۴- سبحۃ المرجان فی آثارِ ہندوستان : غلام علی آزاد بلگرامی۔ طبع بمبئی۔ ۱۳۰۳ھ
۷۵- سخندانِ فارس : محمد حسین آزاد۔ مطبع مفید عام، لاہور۔ ۱۹۰۷ء
۷۶- سخن شعرا : عبدالغفور نسّاخ۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۲۹۱ھ۔ ۱۸۷۴ء
۷۷- سروِ آزاد : غلام علی آزاد بلگرامی۔ مطبع مفید عام، آگرہ۔ ۱۹۱۰ء
۷۸- سفینۃ الاولیا : دارا شکوہ۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۸۸۴ء
۷۹- سید احمد شہید : غلام رسول مہر۔ کتاب منزل، لاہور۔ ۱۹۵۴ء
۸۰- سیرت سید احمد شہید : ابوالحسن علی ندوی۔ لاہور
۸۱- سیر الاولیا : محمد مبارک علوی المعروف بہ امیر خرد کرمانی۔ مطبع محبِ ہند، دہلی۔ ۱۳۰۲ھ
۸۲- سیر المتاخرین : غلام حسین خاں طباطبائی۔ نول کشور، لکھنؤ۔
۸۳- سیر المصنفین جلد اول : محمد یحییٰ تنہا۔ محبوب المطابع، دہلی۔ ۱۹۲۴ء
۸۴- سیر المصنفین جلد دوم : محمد یحییٰ تنہا۔ جامعہ ملیہ پریس، دہلی۔ ۱۹۲۸ء
۸۵- شبابِ کشمیر : محمد الدین فوقؔ۔ علمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔ ۱۳۴۷ھ۔ ۱۹۲۹ء
۸۶- طرب الامثل بتراجم الافاضل : مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی، مطبع یوسفی لکھنؤ۔

۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء۔
۸۷۔ عالم گیر نامہ : منشی محمد کاظم۔ کالج پریس، کلکتہ۔ ۱۸۶۸ء
۸۸۔ عہدِ اسلامی کا ہندوستان : ریاست علی ندوی۔ ادارۃ المصنفین، پٹنہ۔ ۱۹۵۰ء
۸۹۔ عہدِ بنگش کی سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ : (ترجمہ تاریخ فرخ آباد، مفتی ولی اللہ فرخ آبادی) مرتبہ محمد ایوب قادری، اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی۔ ۱۹۶۵ء
۹۰۔ فرحت الناظرین (شخصیات) : محمد اسلم پسروری۔ ترجمہ و ترتیب، محمد ایوب قادری، اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۷۲ء
۹۱۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ : مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی، مطبوعہ مصر، طبع اوّل۔ ۱۳۲۴ھ۔
۹۲۔ قاموس الاعلام : شمس اللہ قادری۔ حیدرآباد (دکن) ۱۹۳۵ء
۹۳۔ قاموس المشاہیر : جلد اوّل، دوم، سوم، نظام الدین حسین نظامی بدایونی۔ نظامی پریس، بدایوں۔ ۱۹۲۴ء۔ ۱۹۲۶ء
۹۴۔ قضار الارب من ذکر علمار النحو والادب : ذوالفقار احمد۔ مطبع فیض منبع مفید عام، آگرہ۔ ۱۳۱۶ھ۔
۹۵۔ کلماتِ طیبات : ابوالخیر محمد بن احمد مرادآبادی۔ مطبع مجتبائی، دہلی۔ ۱۳۰۹ھ
۹۶۔ گلِ رعنا : سید عبدالحی حسنی لکھنوی۔ دارالمصنفین، اعظم گڑھ۔ طبع سوم، ۱۹۶۴ء
۹۷۔ گلزارِ اولیا : مظفر حسین۔ مطبع سبحانی، حیدرآباد (دکن)۔ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء
۹۸۔ گلشنِ ہند : میرزا علی لطف۔ تصحیح و تحشیہ مولانا شبلی و مقدمہ مولوی عبدالحق، رفاہِ عام پریس، لاہور۔
۹۹۔ گلِ عجائب (تذکرہ شاعراں) : اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی۔ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)۔ طبع اوّل۔ ۱۹۳۶ء
۱۰۰۔ مآثر الامرا : جلد اوّل، دوم، سوم، شاہ نواز خاں۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، کلکتہ۔

۱۸۸۸ء - ۱۸۹۰ء

۱۰۱- مآثر عالم گیری : محمد ساقی مستعد خاں - تصحیح آغا احمد علی، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، کلکتہ - ۱۸۷۱ء

۱۰۲- مآثر الکرام : غلام علی آزاد بلگرامی - مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ، لاہور - ۱۹۷۱ء

۱۰۳- محبوب ذی المنن تذکرہ علمائے دکن : عبدالجبار خاں ملکاپوری - مطبع رحمانی و حسن پریس، حیدرآباد (دکن) ۱۳۳۲ھ -

۱۰۴- محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن : عبدالجبار خاں ملکاپوری - مطبع رحمانی، حیدرآباد (دکن) ۱۳۲۹ھ -

۱۰۵- مخزن نکات (تذکرہ شعرائے اُردو) : شیخ قیام الدین قائم چاندپوری - مرتبہ مولوی عبدالحق - انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن) ۱۹۲۹ء

۱۰۶- مرآتِ احمدی : مرزا محمد حسن الملقب بہ علی محمد خاں بہادر - مطبوعہ کلکتہ - ۱۹۲۷ء

۱۰۷- مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط : مترجمہ و مرتبہ، خلیق انجم - مکتبہ برہان - جامع مسجد، دہلی - طبع اوّل ۱۹۶۲ء -

۱۰۸- مشاہیر ادب اُردو : مہیش پرشاد - ناشر، نند کشور اینڈ برادرز، بنارس - طبع اوّل - ۱۹۳۲ء

۱۰۹- مشاہیر کشمیر : منشی محمد الدین فوقؔ - کریمی پریس، لاہور -

۱۱۰- مشکوٰۃ المصابیح : ولی الدین - اصح المطابع، دہلی - ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۲ء -

۱۱۱- معارف (ماہ نامہ) اعظم گڑھ : بابت ماہ اپریل ۱۹۴۷ء - مضمون سید غلام حسنین شاہ ندوی پھلواروی -

۱۱۲- المعارف (ماہ نامہ) لاہور - بابت ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ - مارچ ۱۹۶۸ء - مضمون مولانا غلام رسول مہر -

۱۱۳- المعارف (ماہ نامہ) لاہور - بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ - اگست ۱۹۶۸ء - مضمون پروفیسر محمد اسلم -

۱۱۴- معمولات مظہری : نعیم اللہ بہرائچی - مطبع محمدی، لاہور - ۱۳۱۰ھ

۱۱۵- مفتاح التواریخ : منشی دانشور - مطبع نول کشور، لکھنؤ - ۱۲۸۴ھ

۱۱۶- مقدمہ رقعاتِ عالم گیری : نجیب اشرف ندوی - دارالمصنفین، اعظم گڑھ -

Marfat.com

۱۱۷- مقالاتِ شبلی، جلد سوم : دارالمصنفین اعظم، طبع دوم - ۱۳۷۵ھ - ۱۹۵۵ء
۱۱۸- مقالاتِ شبلی (تاریخی حصہ اوّل)، جلد پنجم : دارالمصنفین، اعظم گڑھ - ۱۳۵۴ھ - ۱۹۳۶ء
۱۱۹- مقاماتِ مظہری : شاہ غلام علی علوی مجددی - مطبع مجتبائی، دہلی - ۱۳۰۹ھ - ۱۸۹۲ء
۱۲۰- مقدمہ نکات الشعرا (تذکرہ شعرائے اردو) : میر تقی میر - مقدمہ حبیب الرحمٰن خاں شروانی - نظامی پریس، بدایوں - ناشر، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)
۱۲۱- مکاتیب میرزا مظہر جان جاناں : مرتبہ عبدالرزاق قریشی - علوی بک ڈپو، بمبئی - ۱۹۶۶ء
۱۲۲- مناقب حسن رسول نما : سید محمد ہاشم - گلزار ہند سٹیم پریس، لاہور - ۱۳۳۹ھ - ۱۹۲۱ء
۱۲۳- منتخب اللباب : جلد اوّل، دوم، محمد ہاشم المخاطب بہ خافی خاں - ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ - ۱۸۶۹ء -
۱۲۴- مورخینِ ہند : شمس اللہ قادری - تاریخ آصفی، حیدرآباد (دکن) ۱۹۳۲ء
۱۲۵- نزہۃ الخواطر : (جلد پنجم) سید عبدالحی حسنی لکھنوی - دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، (دکن) - ۱۳۷۵ھ - ۱۹۵۵ء
۱۲۶- نزہۃ الخواطر : (جلد ششم) : سید عبدالحی حسنی لکھنوی - دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد (دکن) - ۱۳۷۶ھ - ۱۹۵۷ء
۱۲۷- ہند عہدِ اورنگ زیب میں : مرزا یار جنگ سمیع اللہ بیگ - تاج پریس، حیدرآباد (دکن) ۱۳۴۳ھ - ۱۹۲۴ء
۱۲۸- ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے : سید صباح الدین عبدالرحمٰن - دارالمصنفین، اعظم گڑھ - ۱۳۸۳ھ - ۱۹۶۳ء
۱۲۹- ہندوستان کے مسلمانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے : دارالمصنفین اعظم گڑھ - ۱۳۸۳ھ - ۱۹۶۳ء
۱۳۰- ہندوستان گزشتہ وحال : رائے بہادر لالہ بیج ناتھ - عثمانی پریس، آگرہ - ۱۹۰۴ء
۱۳۱- الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی : محمد بن یحییٰ المدعو بہ محسن تیمی بکری ترہتی - مطبع صدیقی، بریلی - ۱۲۸۷ھ

فقہائے ہند

جلد پنجم ـــــ حصّہ اوّل

بارھویں صدی ہجری

محمّد اسحاق بھٹی

ادارۂ ثقافت اسلامیہ